قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل لندن
مدیر۔ ابو سعید
Online Edition

ہفتہ 27 جون 2020ء | 05 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:154

ارشادِ باری تعالیٰ

وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳﴾ (الجمعۃ:4)

ترجمہ: اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

آپؑ کی بعثت کا مقصد بندوں کو اللہ کے قریب کرنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو ہر احمدی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ یہ ہماری اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہی ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہوتا ہے۔ یہی چیز ہے جو ہمیں دوسرے مسلمانوں سے بھی اور غیروں سے بھی ممتاز کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد کیا تھا جیسا کہ آپؑ نے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ مقصد بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنا ہے۔ وہ راستے دکھانا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے راستے ہیں۔ بندے کے تقویٰ کے معیار کو ان بلندیوں پر لے جانا ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو اور یہی باتیں ہیں جو ہمیں اس تاریک کنوئیں میں گرنے سے بچائے رکھیں گی جس سے ہم یا ہمارے باپ دادا نکلے تھے۔ جو باتیں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتائیں وہ کوئی نئی باتیں نہیں ہیں۔ دراصل تو یہ باتیں اس تعلیم کی وضاحت ہیں جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں دی ہیں۔ یہ وہی باتیں ہیں جنہیں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے اُسوہ سے ہمارے سامنے پیش فرمایا اور اس کے وہ اعلیٰ معیار قائم فرمائے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے کہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم:5) اور یقیناً تُو بہت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ اور مومنوں کو یہ حکم ہے کہ جو اُسوہ اس رسول نے قائم فرمایا اور جو قائم کر دیا اس پر چلنا تمہارا فرض ہے۔

(خطبہ جمعہ 4/ اپریل 2008ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25/ اپریل 2008ء صفحہ 5)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت: زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے ذرائع
- اداریہ: ہم اپنے آپ کو قرآن کریم میں تلاش کریں
- تیسری صدی کے مجدد حضرت ابو الحسن اشعریؒ
- حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

فرمان رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نیکی کی ترغیب دینے والے کو بھی نیکی کرنے والے جتنا ثواب ملتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔ ’’جس شخص نے میری سنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مردہ ہو چکی تھی تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی، اور جس نے کوئی ایسی بدعت ایجاد کی جسے اللہ اور اس کے رسول پسند نہیں کرتے ہیں تو اسے اتنا گناہ ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہو گا، اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔‘‘

(سنن ابن ماجہ۔کتاب المقدمۃ باب من احیا سنۃ قد امیتت حدیث: 209)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

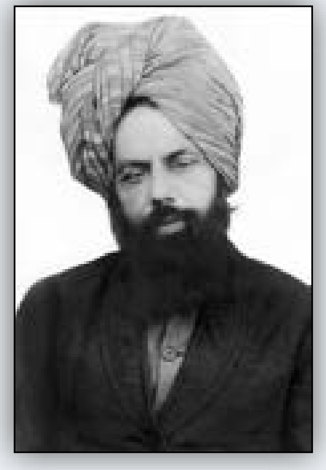

ہماری جماعت کو چاہئے کہ کُل ناکردنی افعال سے دور رہا کریں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمے سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے اور جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ کُل ناکردنی افعال سے دور رہا کریں۔ وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جاتی ہے۔ سو دیکھو اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو ان وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 104)

دربارِ خلافت

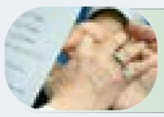

انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے ذرائع

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (حٰمٓ السجدۃ: 34) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ مَیں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہ آیت ایک کامل مثال ہے اور ان تمام خصوصیات کو سمیٹے ہوئے ہے جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہئے۔ ایک حقیقی مسلمان سے زیادہ کون ان باتوں کو کرنے والا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ تین باتیں یا تین خصوصیات بتائی ہیں اگر کسی میں ہوں تو اس کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے اور ایسے شخص کی نہ صرف اپنی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی انقلاب پیدا کرنے والا بن سکتا ہے۔ یہ جو تین باتیں ہیں یعنی دعوت الی اللہ کرنا، عمل صالح کرنا اور اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ دکھا کر یہ اعلان کرنا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تمام باتوں پر عمل کرنے والا یا عمل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرنے والا ہوں۔ یہ باتیں ایسی ہیں جن میں سے پہلی بات ایک مومن کو دینی علم سیکھنے اور اسے دنیا کو سکھانے والا بناتی ہے۔ جو یہ سکھاتی ہے کہ دنیا کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کیا ہیں اور تم نے انہیں کس طرح ادا کرنا ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ دوسروں کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے کیا حقوق رکھے ہیں اور تم نے انہیں کس طرح ادا کرنا ہے۔ دوسروں کو بتانے کی طرف تبھی توجہ پیدا ہوسکتی ہے جب دوسروں کے لئے ایک درد دل میں ہو۔ ان کو شیطان کے نرغے اور قبضہ سے بچانے کے لئے ایک تڑپ اور توجہ ہو۔ عباد الرحمٰن کے گروہ کو بڑھانے کے لئے ایک تڑپ ہو۔ جس میں یہ خصوصیت پیدا ہوجائے یا اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کے لئے ایک جذبہ اور شوق ہو خاص طور پر ایسے حالات میں جبکہ شیطان کے منصوبے اور اللہ تعالیٰ سے دُور کرنے کے لئے مختلف دلچسپیوں کے سامان اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والا اور اس کے قرب کو تلاش کرنے والا ہی یہ کوشش اور جدوجہد کرسکتا ہے۔

پھر دوسری خصوصیت یہ ہے کہ فرمایا کہ عمل صالح بجالاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف نہ صرف توجہ دو بلکہ خود ایک مثال بن کر اپنا نمونہ دوسروں کے لئے قائم کرو ورنہ اگر اپنا عمل نہیں تو تمہارا دینی علم بھی بے فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی برکات اور بہتر نتائج سے خالی ہوگا۔ جب یہ صورتحال ہو تو پھر دعوت الی اللہ کی تمام کوششیں بیکار گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی پھر حاصل نہ ہوئی۔ اور پھر تیسری خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ حقیقی مومن یہ اعلان کرے کہ مَیں کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر کامل ایمان لاتا ہوں اور نہ صرف ایمان لاتا ہوں بلکہ ان کو اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہوں۔ مَیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہوں اور رہوں گا۔ فرمانبرداری میں خلیفۂ وقت اور نظام جماعت کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی آجاتی ہے۔ یہ کہنا کہ میں بڑی تبلیغ کر رہا ہوں، میرے پاس بڑا علم ہے، مجھے کسی نظام کی ضرورت نہیں ہے، یہ طریق اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ ایک جماعت قائم کرنا چاہتا تھا اور اس نے قائم کردی۔ پس اس کے ساتھ جڑنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ بیشک دعوت الیٰ اللہ بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ اعلان بھی ضروری ہے کہ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کہ میں اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم رکھتے ہوئے فرمانبرداری کا بھی اعلان کرتا ہوں۔ اسی طرح عمل صالح اور نیک عمل اور تقویٰ کے معیار بھی اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب اطاعت اور فرمانبرداری کا معیار بھی بلند ہوگا۔ بعض دفعہ بظاہر نیک یا دین کا کام کرنے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا انجام نظر آتا ہے کہ اچھا نہیں ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مومن کو، ایک عمدہ ترین بات کہنے والے کو بھی اعلیٰ نمونہ دکھانے والے کے معیار اس وقت حاصل ہوں گے اور نتیجہ خیز ہوں گے جب وہ یہ اعلان بھی کرے کہ مَیں فرمانبردار ہوتا ہوں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہوں۔ اور ہم احمدیوں کے لئے یہ معیار جو کامل فرمانبرداری کے ہیں تبھی قائم ہوں گے، ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہوگی اور ہماری نیکیاں تبھی عملِ صالح کہلائیں گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نظام خلافت کی بھی پوری اطاعت کرنے والے ہوں گے اور خلافت کے زیر انتظام جو نظام ہے اس سے بھی تعاون کرنے والے ہوں گے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں برکت تبھی پڑے گی جب جماعت کا ہر فرد اور ہر عہدیدار بھی، ہر کارکن بھی اور ہر مربی بھی نظام کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والا ہوگا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20۔ اپریل 2018ء)

صدائے بشیر

اپنا غمخوار مجھ کو جان اے دوست
میرا کہنا کبھی تو مان اے دوست
درد دل سے کہوں گا جو میں کہوں
لغو اس کو کبھی نہ جان اے دوست
ورلی دنیا سے مت لگا تو دل
چند روزہ ہے یہ جہان اے دوست
رکھ تو یادِ خدا کہ پیری میں
تجھ کو رکھے گی یہ جوان اے دوست
گر خدا کی طرف جھکے گا تو
وہ بھی خود ہو گا مہربان اے دوست
اس سے نکلیں گے بے بہا موتی
ایسی اسلام کی ہے کان اے دوست
زہر قاتل ہے ایک بدظنی
ہو کبھی بھی نہ بدگمان اے دوست
گالیاں سن کے ایسا ہو خاموش
گویا منہ میں نہیں زبان اے دوست
دین سے تو ہوا ہے غافل کیوں
اس پہ لگتا نہیں لگان اے دوست
کر لے جو کچھ کہ ہو سکے تجھ سے
تیرے سر پہ ہے امتحان اے دوست
دین سے جو تجھے کرے غافل
کہنا اس کا کبھی نہ مان اے دوست
لوٹ لے دین کا خزانہ تو
کیونکہ غافل ہے سب جہان اے دوست
تجھ کو رکھنا ہے گر نشان اپنا
خود مٹا اپنا تو نشان اے دوست
غم اٹھانے پڑیں گے گر رہنا
چاہتا ہے تو شادمان اے دوست
اپنے دل میں جگہ خدا کو دے
تا کہ جنت میں ہو مکان اے دوست
چاہتا ہے اگر کہ شان بڑھے
چھوڑ دے اپنی آن بان اے دوست
کھانے پینے میں رہ نہ تو کہ نجات
تجھ کو دیں گے نہ قُوت و نان اے دوست
تجھ پہ اللہ اپنا رحم کرے
اور ہو تجھ پہ مہربان اے دوست
دل میں کر گیا ہے گھر احمدؑ
کیا ہے سادہ تیرا بیان اے دوست
میں یہ کرتا دعا ہوں بالآخر
تیرا جنت میں ہو مکان اے دوست

(الحکم 7 مئی 1918ء)

اداریہ

ہم اپنے آپ کو قرآن کریم میں تلاش کریں

ہم جب سورۃ الانبیاء کی آیت گیارہ کو مختلف تفاسیر کی رو سے دیکھتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس سورت میں مختلف انبیاء اور ان کے مخالفین کا ذکر ہے اور قوموں کو متنبہ کیا ہے کہ تم سے پہلے بھی بعض قومیں اپنے دور کے انبیاء کو جھٹلا چکی ہیں اور ان کے انجام کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ کیا تم اپنا ذکر قرآن میں نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (الانبیاء:11)

یقیناً ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارا ذکر موجود ہے پس کیا تم عقل نہیں کرتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس آیت کے تحت حاشیے (foot note) میں تحریر فرمایا ہے:

کتاب اُتاری تو اُسے پڑھ کر دستور العمل کیوں نہیں بناتے۔ بدیوں سے کیوں نہیں بچتے۔

(زیر آیت سورۃ الانبیاء آیت 11 صفحہ 674)

بعضوں نے لکھا ہے کہ ایسی کتاب اُتاری ہے جس پر عمل کرنے سے تم عزت اور شرف پاؤ گے۔ اس ناطے یہی معانی سامنے آتے ہیں کہ تمہارا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کتاب میں کیا ہے۔ تم اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کرو۔ تا تم اپنے ایمانوں میں پختگی اختیار کرو۔

ہر ایک کا انفرادی طور پر قرآن میں تذکرہ

خاکسار نے جب اس آیت پر غور کیا تو عمر کے اعتبار سے ایک ناصر اور لجنہ ممبر کو بحیثیت رکن اور اجتماعی اور تنظیمی لحاظ سے انصار اللہ اور لجنہ کو بھی قرآن کریم میں موجود پایا۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحقاف آیت سولہ میں فرماتا ہے۔ ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی (ہے) کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اسے جنم دیا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ 30 مہینے ہے۔ حَتّٰی بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اپنے رب سے کہا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری ذُرّیت (اولاد) کی بھی اصلاح کر۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

قرآن کریم میں اگر انسان کی کسی خاص عمر کا ذکر ہے تو وہ بھی 'چالیس سال' ہی ہے۔ اس میں ایک طرف انسان کے چالیس سال کو پہنچنے کی اہمیت بیان فرمائی اور دوسری طرف اس سے استنباط کرتے ہوئے جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں کے حوالہ سے انصار اور لجنات کی ذمہ داریوں کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ عمر جہاں مادی و جسمانی پختگی کی ہے وہاں روحانی پختگی Spirtual Maturity کی بھی ہے۔ معلوم تاریخ انبیاء کے مطابق انبیاء علیہم السلام کو بھی اس پختہ عمر کے بعد نبوّت کی عظیم الشان ذمہ داریوں سے سرفراز فرمایا جاتا رہا۔ اگر دنیوی لحاظ سے دیکھیں تو انسان کو کاروبار کرنے کی صورت میں کاروبار کے اونچ نیچ سے واقفیت چالیس سال کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ ملازمت کرنے کی صورت میں قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی سوچ چالیس سال کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور دینی و مذہبی لحاظ سے اچھے اور بُرے میں فرق، نیکی اور بدی میں تمیز کرنا سیکھ لیتا ہے۔ اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔

یہی عمر ایسی ہے جس میں اکثر لوگوں کے والدین حیات ہوتے ہیں اور ان کی اپنی اولادیں بھی پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان دونوں لحاظ سے ایک ناصر کے لئے باپ کی حیثیت سے اور لجنہ کی ممبر ہونے کی صورت میں ماں کی حیثیت سے اس دعا کا ورد بہت ضروری ہے کہ

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (الاحقاف:16)

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذُرّیّت (اولاد) کی بھی اصلاح کر۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلا شبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

ایک طرف ان نعمتوں کا ذکر کرکے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی مکمل پیدائش کی صورت اُس پر نازل کیں اور والدین کی تکالیف کے برداشت سے جو افضال اور نعماء کا وہ وارث ٹھہرا تو ان کو مدنظر رکھ کر ایک طرف اپنے مالک حقیقی کا شکر ادا کرنا ہے اور دوسری طرف نیک، صالح اعمال بجالانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا بھی ہے۔ اور اولاد کے تعلق میں ان کی اصلاح و تربیت کے اعلیٰ معیاروں کو پانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگنی ہے۔ اس ناطے بہت بڑی اور اہم ذمہ داریاں انسان کے کندھوں پر پڑ چکی ہوتی ہیں جن کو بآسانی ادا کرنے کی وہ صلاحیت بھی رکھتا ہے اور دعا بھی کرتا ہے۔

اس ناطے ایک ناصر اور لجنہ کی ایک ممبر کا انفرادی لحاظ سے قرآن میں ذکر ہے اور اس عمر کو پہنچ کر جو کام آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کیا کرتے تھے۔ وہ اپنانے کی کوشش کریں اور حضرت عائشہؓ کا یہ قول مدنظر رہے۔ جس میں کسی کے دریافت کرنے پر آپؓ نے فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کہ آپ ﷺ کا کردار، اطوار و اخلاق قرآن کریم کی تعلیمات کے عین مطابق تھے۔ ہمیں بھی اپنے آپ کو قرآن میں تلاش کرنا چاہئے اور قرآن نما بننے کی فکر اور کوشش کرنی چاہئے۔

انصار اللہ کا بحیثیت تنظیم ذکر

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جب اس نے اپنے حواریوں کو پکارا تھا اور انہوں نے جواب میں "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" کا نعرہ بلند کیا تھا۔

اسی طرح لازم تھا کہ آخرین کے دور میں مسیح موعود کی پکار پر بھی اس کے ماننے والے "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" کا نعرہ بلند کر کے اپنی معیت، تائید اور اپنے اخلاص کا اظہار کرتے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی 130 سالہ تابناک تاریخ وفاداری کے ایسے روشن واقعات سے بھری پڑی ہے جو اللہ کے مددگار کا ہر وقت نعرہ لگانے کو تیار تھی تیار ہے، اور آئندہ بھی تیار رہے گی۔

گو جماعت میں ہر چھوٹا بڑا "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" کا نعرہ بلند کرتا ہے لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے ضروری جانا کہ اس نام سے اسم بامسمّٰی ایک تنظیم بھی قائم کر دی جائے۔ چنانچہ آپ نے 26 جولائی 1940ء کو خطبہ جمعہ میں مجلس انصار اللہ کی بنیاد ان الفاظ سے رکھی۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے بھی لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں"

(سبیل الرشاد جلد اول ص 18-17)

الحمد للہ یہ انجمن آج دنیا کے کونے کونے میں اپنی جڑیں مضبوطی سے گاڑ چکی ہے اور اس کی تاریخ قربانی، وفا، اخلاص و فدائیت سے رقم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس حوالہ سے فرماتے ہیں۔

"آپ سب لوگ وہ چنیدہ افراد ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں انصار اللہ کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کے انصار بن جاؤ اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا (کہ) کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف راہنمائی کرنے میں میرے انصار ہوں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے انصار ہیں۔

پس اے مومنو! تم اللہ کے دین کے لئے مددگار بن جاؤ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی بیعت کرنے والے سب کے سب آپ کے انصار ہیں لیکن حضرت المصلح الموعودؓ نے جماعت کے ان افراد کا نام "انصار اللہ" رکھا جن کی عمر چالیس سال سے زائد ہے تاکہ ہمیشہ ان کے مدنظر یہ رہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیشہ صف اول میں رہنے کا عہد کئے رکھنا ہے۔ پس اس پہلو سے آپ پر بہت بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ ذمہ داریاں اجمالاً انصار کے عہد میں بیان کر دی گئی ہیں جسے آپ اپنے ہر اجلاس میں دہراتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرنی ہے۔ اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا ہے اور اپنی اولاد کو ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہنا ہے اور ان کے دلوں میں خلیفہ وقت سے محبت پیدا کرنی ہے۔ یہ اتنا عظیم اور عظیم الشان نصب العین ہے کہ اس عہد پر پورا اُترنا اور اس کے تقاضوں کو نبھانا ایک عزم اور دیوانگی چاہتا ہے۔"

(سبیل الرشاد جلد 4 ص 3)

پھر فرمایا۔ "پس ہر ایک کو ہم میں سے اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا

نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگانے سے پہلے غور بھی کیا ہے کہ یہ کتنا گہرا اور وسیع نعرہ ہے؟ کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی اس کے لئے اور قربانیاں ہیں کیا؟ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کوئی جنگ، توپ، گولہ نہیں ہے، کسی گولے کے آگے کھڑا ہونا نہیں ہے، کسی توپ کے منہ کے سامنے کھڑے ہونا نہیں ہے، تیروں کی بوچھاڑ کے آگے کھڑے ہونا نہیں ہے۔ صحابہ کرام، جو آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ تھے ان کی طرح گردنیں کٹوانا نہیں ہے۔ ہاں یہ قربانیاں بھی اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اکاّ دکاّ لے لیتا ہے۔ نمونے قائم رکھنے کے لئے اس طرح کرتا ہے۔ لیکن قربانی جو اس زمانے میں کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔ اپنے معاشرہ کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ اپنے مالوں کی قربانیاں دینی ہیں۔‘‘

(سبیل الرشاد جلد 4 ص52)

پھر فرمایا: ’’انصار اللہ کی عمر چالیس سال سے شروع ہوتی ہے۔ گویا انصار اللہ کی عمر میں انسان اپنی پختگی کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور سوچ میں گہرائی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور جب یہ صورت ہو تو اس عمر میں پھر آخرت کی فکر بھی ہونی چاہئے اور یہی ایک ایسے شخص کا، ایک ایسے مومن کا رویہ ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو، یقین ہو اور تقویٰ میں ترقی کرنے کے لئے اس کی کوشش ہو تو پھر اس کی یہ سوچ ہونی چاہئے کیونکہ ایک احمدی نے اپنے عہد میں، عہدِ بیعت میں اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے کہ اس نے تقویٰ میں ترقی کرنی ہے، تمام اعلیٰ اخلاق اپنانے ہیں، اس لئے اس کو تو عمومی طور پر اور اس پختہ عمر میں خاص طور پر یہ سوچ اپنے اندر بہت زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انصار اللہ ہیں۔ ایک ایسی عمر ہے جو نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کو تو ہر وقت یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہئے۔‘‘

(سبیل الرشاد جلد 4 ص273)

جہاں تک لجنہ کا تعلق ہے اس حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ بانی لجنہ اماء اللہ فرماتے ہیں:

’’اس تحریک کے تین بڑے حصے ہیں۔ اول مردوں کی اصلاح، دوسرے عورتوں کی اصلاح اور تیسرے بچوں کی اصلاح۔ دنیا میں کوئی قوم کامیابی حاصل نہیں کرسکتی جب تک کوئی مقصد اس کے سامنے نہ ہو اور اس کے لئے مرد، عورت اور بچے سب مل کر کام نہ کریں۔ پس ہر جماعت کا فرض ہے کہ اپنے ہاں کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی اصلاح کرے۔ عورتوں کی اصلاح کے لئے لجنہ کا قیام نہایت ضروری ہے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسے فرض کفایہ سمجھ لیا گیا ہے۔ چند عورتیں لجنہ میں شامل ہوجاتی ہیں اور باقی اپنے لئے اس میں شامل ہونا ضروری نہیں سمجھتیں۔ پس ضرورت ہے کہ ہر جگہ لجنہ اماء اللہ قائم ہو اور سب بالغ عورتیں اس میں شامل ہوں اور کوئی عورت بھی ایسی نہ رہے جو اس سے باہر ہو یہی ایک ذریعہ ہے جس سے عورتوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔‘‘

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد اول صفحہ 315)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ ممبرات کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف ایک جگہ یوں توجہ دلائی:

ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ جماعتی نظام ایک مرکزی نظام ہے اور خدام، لجنہ اور انصار ذیلی تنظیمیں ہیں اور گو یا ذیلی تنظیمیں بھی براہ راست خلیفہ وقت کے ماتحت ہیں، ان سے ہدایات لیتی اور اپنے پروگرام بناتی ہیں لیکن جماعتی نظام بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور خلیفہ وقت کے قائم کردہ نظاموں میں سے سب سے بالا نظام ہے۔ ہر ذیلی تنظیم کا ممبر جماعت کا بھی ممبر ہے اور جماعت کا ممبر ہونے کی حیثیت سے وہ جماعت نظام کا پابند ہے...... حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذیلی تنظیمیں بنانے کا یہ مقصد تھا کہ جماعت کے ہر طبقے کو جماعت activitiesمیں شامل کیا جائے تا کہ ترقی کی رفتار میں تیزی پیدا ہو۔ ہر ایک کا اپنا اپنا ایک لائحہ عمل ہوتا کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسابقت کی روح پیدا ہو۔ گاڑی کی پٹڑی کی طرح، لائن کی طرح دونوں برابر چل رہے ہوں، کہیں ٹکراؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک انعام ہے۔ اس کی قدر کریں تا کہ اسلام اور احمدیت کی گاڑی اس پٹڑی پر منزلوں پر منزلیں طے کرتی چلی جائے اور ہم اسلام کا جھنڈا دنیا میں لہراتا ہوا دیکھیں...... میں سمجھتا ہوں کہ لجنہ کی تنظیم بھی نچلی سطح سے لے کر، اپنے شہر کی تنظیم سے لے کر مرکزی سطح تک تربیت میں اس کی ذمہ دار ہے۔ بڑے بڑے مسائل یاد کرنے سے بہتر ہے پہلے اپنی تربیت کریں۔ جیسا کہ میں نے کہا جماعت میں نئے شامل ہونے والے اپنے اخلاص میں بڑھ رہے ہیں اور دنیا کے ہر ملک میں بڑھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر جہاں خوشی ہوتی ہے کہ نئے آنے والے اخلاص میں بڑھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نیکی اور اخلاص میں بڑھنے والے ملک ملک میں عطا کئے ہیں اور عطا فرما رہا ہے اور دل سے بے اختیار اللہ کی حمد اور شکر کے جذبات نکلتے ہیں، وہاں یہ فکر بھی ہوتی ہے۔ پُرانے احمدیوں کی قربانیوں کو کہیں ان کی اولادیں ضائع نہ کردیں۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد سوم حصہ دوم صفحہ 138-142)

پس اس لحاظ سے ہم میں سے ہر ناصر اور ہر لجنہ کی ممبر کو بحیثیت انفرادی اور مجلس انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کو بحیثیت تنظیم اس امر پر غور کرنا ہے کہ کیا ہم اپنے آپ کو قرآن میں پاتے ہیں؟ کیا ہم اللہ، اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں؟ کیا ہم پنجوقتہ نماز ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم نوافل، نماز تہجد ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم تلاوت قرآن کریم اور ترجمہ کے ساتھ اسے پڑھتے ہیں؟ کیا ہم رمضان کے روزے رکھتے ہیں؟ کیا ہم سچ بولتے ہیں؟ کیا ہم ان تمام اخلاق حسنہ سے آراستہ ہیں جن کی نشاندہی قرآن و حدیث میں ملتی ہے اور صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اخلاق کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے؟ کیا ہم ان تمام اخلاق سیئہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جن کو ترک کرنے کا ذکر قرآن میں موجود ہے؟ اگر ایسا ہے تو الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم قرآنی تعلیم کے عین مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں اور کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کی تقلید میں ہم بھی اخلاق قرآن سے مزین ہیں۔

☆...☆...☆

بقیہ: علیکم بالشفائین: العسل و القرآن...... از صفحہ 7

صفائی کو کوئی دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ تحقیق کرنے والے سائنسدان یہ دریافت کرکے حیران رہ گئے ہیں کہ مختلف قسم کے وائرس اور جراثیم سے آلودہ مچھر کے برعکس شہد کی مکھی کے جسم پر کسی بھی قسم کے وائرس یا جراثیم موجود نہیں ہوتے۔ چنانچہ اسکی وجہ معلوم کرنے کے لئے انہوں نے ایک نئی تحقیق کا آغاز کیا تو ان پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ شہد کی کھیاں ایک خاص قسم کا جراثیم کش مادہ تیار کرتی ہیں جسے وہ مخصوص درختوں کی گوند سے اکٹھا کرتی ہیں جسے پراپلس (Propolis) کہا جاتا ہے۔ اس مادے میں ہر قسم کے وائرس اور جراثیم کو ہلاک کردینے کی حیرت انگیز صلاحیت پائی جاتی ہے۔ شہد کی کھیاں اپنے چھتے کے چاروں طرف بیرونی کناروں پر یہ مادہ چپکا دیتی ہیں۔ ہر مکھی چھتے میں داخل ہونے سے قبل لازماً اس مادے پر رُکتی ہیں تا کہ اس کے جسم پر اگر کوئی وائرس یا بیکٹیریا موجود ہو تو ہلاک ہوجائے۔‘‘

(الہام، عقل، علم اور سچائی صفحہ 480-481)

شہد کے خواص اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا ایک ذاتی تجربہ

شہد کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح پاکؑ نے ایک بار فرمایا۔ ’’دوسری تمام شیرینیوں کو تو اطباء نے عفونت پیدا کرنے والی لکھا ہے مگر یہ اُن میں سے نہیں ہے۔ آم وغیرہ اور دیگر پھل اس میں رکھ کر تجربے کئے گئے ہیں کہ وہ بالکل خراب نہیں ہوتے سالہا سال ویسے ہی پڑے رہتے ہیں۔‘‘

پھر مزید فرمایا: ’’ایک دفعہ میں نے انڈے پر تجربہ کیا تو تعجب ہوا کہ اس کی زردی تو ویسی ہی رہی مگر سفیدی انجماد پا کر مثل پتھر کے سخت ہوگئی جیسے پتھر نہیں ٹوٹتا ویسے ہی وہ بھی نہیں ٹوٹتی تھی۔

خدا تعالیٰ نے اسے شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ کہا ہے۔ واقعہ میں عجیب اور مفید شئے ہے تو کہا گیا ہے۔ یہی تعریف قرآن شریف کی فرمائی ہے۔ ریاضت کش اور مجاہدہ کرنے والے اکثر اسے استعمال کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہڈیوں وغیرہ کو محفوظ رکھتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 315)

☆...☆...☆

آج کی دعا

رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ

(سورۃ القصص آیت نمبر 25)

ترجمہ: ’’اے میرے رب یقیناً میں ہر اچھی چیز کے لئے، جو تو میری طرف نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں‘‘۔

یہ قرآن مجید میں مذکور حضرت موسیٰؑ کی حصول ترقیات و برکات اور اظہار عاجزی کی بہت پیاری اور جامع دعا ہے۔ اس دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے نہ صرف قیام وطعام بلکہ گھر بار کا بھی انتظام فرمایا۔

پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو اس دعا کو پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

تیسری صدی کے مجدد حضرت ابوالحسن اشعریؒ

(باسل احمد بشارت)

نام ونسب

آپ کا نام علی بن اسماعیل، کنیت ابوالحسن اور لقب ناصر السنت تھا۔آپ کے والدمحترم کا نام اسماعیل بن ابو بشر اسحاق تھا۔ اپنے جد امجد صحابیٔ رسول حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے نسبت کی وجہ سے ’’اشعری‘‘ کہلوائے۔آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردہ عامر بن ابی موسیٰ اشعری۔

جب آیت فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (المائدۃ:55) نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ قوم یہ ہے۔

(مسند ابن ابی شیبہ جزء2ص179)

پیدائش

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلُ اليَمَنِ، أَضْعَفُ قُلُوبًا، وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً، الفِقْهُ يَمَانٍ وَالحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب قوم الاشعریین و اھل الیمن)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل یمن تمہارے پاس آئے ہیں۔ دل کے نرم اور رقیق القلب ہیں، دین کی سمجھ یمانی ہے اور حکمت بھی یمانی ہے۔

علماء کے نزدیک ان احادیث میں رسول اللہؐ نے ابوالحسن الاشعری کی پیدائش کی بشارت دی ہے۔ جیسے ’’عالم قریش‘‘ والی حدیث میں امام شافعی اور ’’عالم المدینۃ‘‘ والی حدیث میں امام مالک کی پیشگوئی مراد لیتے ہیں۔

ان بشارات کے مطابق آپ کی پیدائش 260ھ میں عراق کے شہر بصرہ میں ہوئی۔آپ کا خاندان اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی عمر کے پہلے دس سال قرآن وحدیث کے علوم کے حصول میں گزرے۔اس کے بعد پھر آپ کے والدمحترم نے اہل سنت ہونے کے باوجود ابتدائی تعلیم و تربیت کے لیے آپ کو معتزلہ کے بزرگ عالم ابوعلی جبائی کے گھر بھجوادیا۔پس آپ کی تعلیم و تربیت معتزلی عقائد پر ہونے لگی۔یوں آپ علوم معتزلہ میں طاق ہوئے اورفن مناظرہ و مجادلہ کے ماہراوراس پر گہرا غور وتفکر کرنے کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔آپ اپنی بات کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا کرتے تھے۔اس لحاظ سے آپ کو علم الکلام کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔علم الکلام سے آپ کو خاص شغف تھا جس کی وجہ سے آپ نے اس میں پوری دسترس حاصل کی۔آپ علماء وفقہاء کی مجالس سے استفادہ فرمایا کرتے تھے۔علوم حدیث آپ نے زکریا بن یحیٰ الساجی سے سیکھے۔ جامع منصور بغداد میں ابو اسحاق المروزی فقیہہ کی مجالس میں شامل ہوکر ان سے فقہ کی تعلیم پاتے اور وہ آپ سے علم الکلام سیکھتے تھے۔بعض مالکیوں نے سمجھا کہ آپ مالکی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ درست نہیں لیکن جنہیں آپ کے حالات کی خبر تھی وہ جانتے تھے کہ آپ شافعی المسلک تھے۔ (طبقات الفقہاء الشافعیہ جزء2ص604 از عثمان الشہزوری (متوفی: 643ھ))

امام معتزلہ

قریباً چالس برس تک آپ معتزلی عقائد پر رہے یہاں تک کہ معتزلہ کے امام بن گئے۔اپنے اساتذہ سے مناظرے کیا کرتے تھے اور جو سوال عقل و فکر کے خلاف معلوم ہوتے وہ دریافت کیا کرتے تھے لیکن اپنے معتزلی اساتذہ وعلماء سے شافی وکافی جواب نہ پاتے۔جس کی وجہ سے آپ ان سوالات میں مزید غور و فکر کرتے رہتے۔

ایک دفعہ ابوالحسن اشعری نے اپنے استاد ابوعلی جبائی سے سوال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ مومن، کافر اور بچے سے کیا سلوک کرے گا؟ ابوعلی جبائی نے کہا کہ مومن اہل درجات میں سے ہوگا، کافر اہل ہلاکت میں سے ہوگا اور بچہ اہل نجات میں سے ہوگا۔تو ابوالحسن اشعری نے کہا کہ اے شیخ! اگر بچہ اہل درجات کے مقام تک پہنچنا چاہے تو کیا ایسا ممکن ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ نہیں، اسے کہا جائے گا کہ مومن نے تو یہ درجہ اپنی اطاعت کی وجہ سے پایا ہے جو کہ تو نہیں کرسکا۔تو ابوالحسن اشعری نے کہا کہ بچہ کہے گا: یہ تو میری غلطی نہیں، اگر تو مجھے زندہ رکھتا تو میں ضرور مومن کی طرح اطاعت گزاری کرتا۔تو جبائی نے کہا: اللہ تعالیٰ اسے کہے گا کہ میں جانتا تھا کہ اگر تو زندہ رہتا تو ضرور میری نافرمانی کرتا اور سزایافتہ ہوجاتا۔پس میں نے تیری مصلحت کے لیے تیری رعایت کی اس سے پہلے کہ تو بڑی عمر کو پہنچتا۔تو ابوالحسن اشعری نے کہا: تو اگر کافر کہے کہ اے اللہ! جس طرح تو اس بچے کا حال جانتا تھا، ویسے ہی تو میرا حال بھی جانتا تھا پھر تو نے کیوں نہ اس کی طرح میری بھی رعایت کی۔ یہ سن کر جبائی لاجواب ہوگئے۔ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ جزء3صفحہ356از تاج الدین السبکی (متوفی:771ھ))

معتزلہ سے رجوع

چونکہ ابوالحسن اشعری دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ بات کرنے کے عادی تھے۔جب انہوں نے معتزلی اقوال میں خرابیاں دیکھیں اور پوچھنے پر اساتذہ وعلمائے معتزلہ سے تسلی بخش جوابات بھی نہ پاتے تو حیران ہوتے اور یہ بات آپ کو بے چین کیے رکھتی تھی۔ رفتہ رفتہ ایک ایک کرکے معتزلہ کے اکثر عقائد سے بیزار ہوتے چلے گئے۔جب کافی عرصہ آپ تذبذب کی حالت میں رہے تو 300ھ رمضان کے بابرکت مہینہ کے پہلے عشرہ میں آپ نے خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا۔رسول اللہؐ نے آپ سے فرمایا کہ اے علی! جو مذہب و طریق مجھ سے مروی ہے اس کی مدد کرو یقیناً وہی حق ہیں۔جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے دل میں یہ بات داخل ہوگئی اور آپ پورا عشرہ مھموم ومغموم رہے۔پھر دوسرا عشرہ شروع ہوا تو رسول اللہؐ دوبارہ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے اس بارہ میں کیا کیا جو میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔تو ابوالحسن اشعری نے کہا کہ آپ سے مروی صحیح مذہب و طریق سے تو میں نکل چکا ہوں، میں کیسے ایسا کروں۔رسول اللہؐ نے فرمایا: جو مذہب و طریق مجھ سے مروی ہے اس کی مدد کرو یقیناً وہی حق ہیں۔جب آپ بیدار ہوئے تو شدید افسردہ اور غمگین ہوئے اور علم الکلام کو ترک کردیا اور تلاوت قرآن کریم کو لازم کرلیا اور سنت وحدیث پر عمل شروع کردیا۔

رمضان کی ستائیسویں رات آئی تو آپ کی عادت تھی کہ آپ اس ساری رات جاگ کر عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔لیکن اس رات آنکھ لگ گئی اور خواب میں تیسری دفعہ رسول اللہؐ کو دیکھا۔آپؐ نے وہی سوال دہرایا کہ تم نے کیا کیا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ تو ابوالحسن نے فرمایا: یارسول اللہؐ! میں نے علم الکلام کو چھوڑ دیا ہے اور کتاب اللہ اور آپؐ کی سنت کو اپنالیا ہے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو علم الکلام کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا تھا میں نے تو اس مذہب وطریق کی تائید ونصرت کا حکم دیا تھا جو مجھ سے مروی ہے اور یقیناً وہی حق ہے۔

ابوالحسن اشعری نے خواب میں ہی رسول اللہؐ سے فرمایا کہ میں کیسے اس مذہب کو ایک خواب کی بناء پر چھوڑ دوں جس کے مسائل کو سیکھنے اور دلائل کو جاننے میں تیس سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں چھوڑو گے جبکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ اپنی طرف سے تمہاری مدد کرے گا۔جب ابوالحسن اشعری جاگے تو گمراہی دور ہوچکی تھی اور حق ظاہر ہوچکا تھا اور خواب میں ہی احادیث کی نصرت حاصل ہوچکی تھی اور شفاعت کی توفیق بھی مل چکی تھی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ۔آپ پر ایسی نئ بحثیں اور نئے براہین کے دروازے کھول دیئے گئے جو آپ نے اپنے اساتذہ سے بھی نہیں سنے تھے، نہ ہی کسی مناظرہ میں پیش کیے تھے اور نہ ہی کسی کتاب میں دیکھے تھے۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ جزء3صفحہ348-349)

اس رؤیا کے بعد آپ پندرہ یوم تک اپنے گھر میں رہے اور لوگوں کے سامنے نہ آئے۔اس کے بعد جامع مسجد گئے اور اس کے منبر پر چڑھ کر بولے: اے لوگو! میں اس مدت میں تمہارے سامنے اس لیے نہیں آیا کیونکہ میں غور وفکر میں مصروف تھا۔میرے پاس دلائل کا انبار تھا اور میرے نزدیک کوئی چیز کسی دوسری پر برتر و غالب نہیں نکلی۔ پس میں نے اللہ سے ہدایت طلب کی تو اس نے مجھے ان اعتقادات کی طرف ہدایت دے دی جو میں نے اپنی اِن کتب میں چھوڑ رکھے تھے۔اور اب میں اپنے ان تمام عقائد سے الگ ہوتا ہوں جس طرح میں اپنے کپڑوں سے الگ ہوتا ہوں۔یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی قمیض اتار کر پھینک دی اور اپنی ان کتب کو جو آپ نے اہل سنت کے طریق کے خلاف لکھی تھیں لوگوں کے سامنے پھینک دیا۔(طبقات الشافعیہ الکبریٰ جزء3صفحہ347)

اہل معتزلہ سے مناظرے

حسین بن محمد عسکری بیان کرتے ہیں کہ ابوالحسن اشعری ابوعلی جبائی کے شاگرد تھے اور آپ ماہر علم الکلام، نگاہِ دانائی کے مالک اور مناظرہ و مباحثہ کے شہسوار تھے۔جبائی صاحب تصنیف وقلم تو تھے لیکن ان میں قوت مناظرہ زیادہ نہ تھی۔جب انہیں مناظرے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اشعری سے کہا کہ مجھے رہنے دو۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء3صفحہ347)

ابوسھل الصعلوکی بیان کرتے ہیں کہ ہم ابوالحسن اشعری کے ساتھ بصرہ میں مجلس علوی میں گئے اور وہاں معتزلہ سے مناظرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے معتزلہ کو رسوا کیا اور ایک کے بعد دوسرا آتا گیا، ابوالحسن اشعری نے سب کو شکست دے دی۔پھر دوبارہ دوسری مجلس میں گئے تو کوئی بھی مناظرہ کے لیے نہ آیا۔

(تبیین کذب المفتری فیمانسب الی الاشعری از ابوالقاسم ابن عساکر جزء1ص94)

امام ابو بکر الصیرفی کہتے ہیں کہ معتزلہ اپنا سر اٹھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اشعری کو ظاہر کر دیا پس اس نے انہیں اپنی بلوں میں گھسنے پر مجبور کر دیا۔

(تاریخ بغداد جزء 11 صفحہ 346)

تکفیر سے انکار

زاھر بن احمد بیان کرتے ہیں کہ جب امام ابو الحسن اشعری بغداد میں میرے گھر آئے تو انہوں نے کہا کہ میرے گواہ رہنا میں کبھی کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہوں گا کیونکہ سب ایک ہی معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ باقی یہ سب عبارتوں کے اختلافات ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء جزء 15 صفحہ 88 از شمس الدین الذھبی (متوفی: 748ھ))

عقائد باطلہ اور بدعات کا خاتمہ

ابو الحسن اشعری ائمہ حدیث و اہل سنت میں سے ایک عظیم امام تھے۔ آپ نے سنت نبویہؐ پر عمل کرتے ہوئے بدعات کا خاتمہ کیا اور معتزلہ کے عقائد کا ردّ کیا۔ خلق قرآن، تقدیر وغیرہ کے مسائل کو حل کیا۔ آپ معتزلہ، روافض، خوارج، جہمیہ، فرقہ قدریہ وجبریہ اور بدعتیوں کے لیے سیف مسلول تھے۔ کسی بدعت کو جاری نہ کیا اور نہ ہی کوئی نیا مذہب تشکیل دیا بلکہ آپ نے رسول اللہؐ اور صحابہ کے مذہب کو ہی آگے بڑھایا اور اس کی حمایت کی اور اس پر ایک بند باندھا تا کہ کوئی اس میں رخنہ پیدا نہ کر سکے۔ آپ کا علم الکلام سنن کی وضاحت اور ان کے قیام کے لیے تھا۔ آپ نے اپنے علوم کو کتاب اللہ و سنت رسولؐ کی تائید و نصرت کے لیے وقف کر دیا۔ اسی لیے آپ کو مجددین امت میں تیسرا مجدد شمار کیا جاتا ہے۔

وفات

امام ابو الحسن اشعری 324ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ کا مدفن بغداد میں ہے۔ زاہر بن احمد بیان کرتے ہیں کہ نزع کی حالت میں امام ابو الحسن اشعری کا سر میری گود میں تھا آپ کچھ فرما رہے تھے میں نے اپنا سر نزدیک کر کے سنا تو آپ فرما رہے تھے کہ معتزلہ پر لعنت ہو انہوں نے جھوٹی باتیں گھڑیں اور تحریفات کیں۔

(طبقات الشافعيين جزء 1 ص 210 از ابن کثیر القرشی (متوفی: 774ھ))

جس دن آپ کی وفات ہوئی تو اہل سنت رو رہے تھے اور اہل بدعت خوشیاں منا رہے تھے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء 3 ص 367)

تقویٰ و عبادت گزاری

ابو الحسن اشعری متقی، عبادت گزار اور گھڑی ہوئی احادیث سے بچانے والے ناصر السنت تھے۔ آپ کے ساتھی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بیس سال تک رات کے وضو سے صبح نماز ادا کی۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء 3 صفحہ 351)

سادہ اور متصوفانہ زندگی

آپ نے اپنی زندگی زہد و بساطت میں گزاری۔ آپ پر متصوفانہ اثر کا غلبہ تھا۔ آپ تصوف میں سردار کا درجہ رکھتے تھے جیسا کہ علم الکلام اور مختلف علوم میں آپ سردار جانے جاتے ہیں۔ آپ کے خادم کا بیان ہے کہ آپ اپنے دادا بلال بن ابوبردہ کی طرف سے وقف شدہ جائیدادی غلہ میں سے کھایا کرتے تھے۔ آپ کا سالانہ خرچ محض سترہ درہم ہوا کرتا تھا۔ ہر ماہ ایک درہم سے کچھ زائد خرچ تھا۔

(تاریخ بغداد جزء 11 صفحہ 346)

علم و فضل کا شاہکار

ابو الحسن اشعری فقیہہ، عالم، مجتہد اور محدث تھے۔ آپ صاحب فراست اور دانا تھے اور ان سب کا منبع اللہ کا نور تھا۔ آپ ملت محمدیہ کی نصرت کے لیے کھڑے ہوئے اور مضبوط تائید ونصرت کی۔ آپ ذکاوت وفہم کے شاہکار اور علم کے سمندر تھے۔ آپ اعلیٰ صفات و حسنات کے مالک تھے۔ زبردست مناظر تھے۔ علم الکلام کے بانی اور علم اصول کے ماہر تھے۔ آپ کو امام المتکلمین اور امام المتصوفین بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت امام ابو الحسن اشعری علم و فضل کا مینار تھے۔ علماء نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو مختلف ''امام اہل سنت''، ''امام الفضل''، ''رئیس الکامل''، ''امام المتکلمین''، ''زعیم المجددین''، ''شیخ السنۃ''، ''ناصر السنۃ''، ''حبر الامۃ''، ''امام ائمۃ الحق'' وغیرہ جیسے القابات سے نوازا۔

ابو اسحاق اسفراینی کہتے ہیں کہ میں ابو الحسن الباہلی کے نزدیک ایسا ہی ہوں جیسے ایک قطرہ سمندر کے پاس ہوتا ہے اور میں نے ابو الحسن الباہلی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں ابو الحسن اشعری کے نزدیک ایسا ہی ہوں جیسا ایک قطرہ سمندر کے پاس ہوتا ہے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جزء 3 صفحہ 351)

اساتذہ

ابو الحسن نے کثیر علماء سے اقتباس علم کیا۔ جن میں سے مشہور یہ ہیں: ابو خلیفه الجمحی، ابو علی جبائی، زکریا الساجی، سهل بن نوح، محمد بن یعقوب، عبد الرحمٰن بن خلف ضبی وغیرہ۔

شاگرد

آپ کے شاگردوں کی تعداد ان گنت ہے اور ان میں حنفی، مالکی شافعی اور حنبلی تمام مکاتب فکر شامل ہیں۔ ابو سہل الصعلوکی، ابو اسحاق اسفراینی، ابو بکر قفال، ابو زید المروزی، ابو عبد الله ابن خفیف، زاهر بن احمد سرخسی، ابوبکر جرجانی، ابو بکر الادونی وغیرہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے الاشاعرۃ (اشعریین) کہلاتے ہیں اور آپ کو اشعری فرقہ کا بانی کہا جاتا ہے۔

تصانیف

ابو الحسن اشعری صاحب لسان ہونے کے ساتھ صاحب قلم بھی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بہت سی کتب لکھیں۔ آپ کی کتب کی تقسیم دو طرح سے ہے۔ پہلی وہ کتب جو معتزلی عقائد کے دور میں لکھیں جن کے بارہ میں بعد میں آپ نے بیزاری کا اظہار کیا اور پھینک دیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو آپ نے معتزلہ سے تائب ہوکر اہل سنت ہونے کے دور میں لکھیں۔ ان اکثر کتب میں معتزلہ کا ردّ کیا ہے۔ آپ کی کتب کی مجموعی تعداد 100 سے بھی زائد ہے جن میں مشہور یہ ہیں: مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین، اللمع فی الرد علی اهل الزیغ والبدع، رساله الیٰ اهل الثغر، الابانة عن اصول الدیانة، رساله الاستحسان الخوض فی علم الکلام، الفصول فی الردّ علی الملحدین، الموجز، الاسماء والاحکام، الجوابات فی الصفات علی الاعتزال وغیرہ۔

☆...☆...☆

بقیہ: حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ...... از صفحہ 8

ہم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے ثنا خواں ہیں

''حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے۔ پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اَور خون ہوں۔ اس لیے معاویہ سے گزارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لیے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثنا خواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ''

(ملفوظات۔ جلد 4۔ صفحہ 579 تا 580)

حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ سے آپ علیہ السلام کی مشابہت

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ سے اپنی مشابہت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''مجھے علیؓ اور حسینؓ سے ایک لطیف مشابہت ہے اور اس بھید کو مشرق اور مغرب کے ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یقیناً مَیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت رکھتا ہوں اور اُس سے دشمنی کرتا ہوں جو ان دونوں سے دشمنی رکھتا ہے''۔ (سر الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 359)

حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور بلند درجہ

حضورؑ فرماتے ہیں: ''امام حسینؓ کو دیکھو کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت میں جو ان کو ابتلا آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستاون برس کی تھی اور کچھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ جب سولہ یا سترہ آدمی مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کیے گئے اور لوگ بول اٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو کہ عورتوں اور بچوں تک بھی ان کے قتل کیے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لیے تھا''(ملفوظات۔ جلد 5۔ صفحہ 336)

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص تعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خط میں تحریر فرمایا:

''جن لوگوں کی جان توڑ کوششوں سے دنیا میں اسلام پھیلا۔ اگر وہ منافق اور بے ایمان ہوتے۔ تو اسلام نابود ہو جاتا۔ خدا نے قرآن شریف میں ان کی تعریفیں کی ہیں اور میرے پر خدا نے یہی ظاہر کیا ہے۔ میرا اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص تعلق ہے۔ اگر خدا میرے پر ظاہر کرتا کہ خلفائے ثلاثہ درحقیقت منافق تھے اور اہل بیت کے دشمن تھے۔ تو میں سب سے پہلے تبرا کے لیے تیار ہو جاتا۔ خدا کا کلام میرے پر نازل ہوتا ہے خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور ان کی جماعت کے لوگ نیک اور ناصر دین تھے اور علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ یہ سب نہایت درجہ مقدس تھے۔ جن کا بغض کسی لعنتی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ونزعنا مافی... یعنی صحابہؓ اور اہل بیت میں کچھ باہم رنج واقعہ ہو گئے

تھے قیامت کو ہم وہ رنجشیں ان کے سینوں میں سے دور کر دیں گے اور وہ باہم بھائی ہوں گے۔ جو ایک دوسرے کے مقابل پر تختوں پر آبیٹھیں گے۔ سچی بات یہی ہے۔ اگر کوئی مجھے سچا سمجھتا ہے۔ تو اسے قبول کرے گا۔‘‘

(الفضل 6نومبر 1937ء)

بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ حضرت امام حسنؓ کے بلند مقام اور ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’میں حضرت علیؓ اور ان کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو اُن کا دشمن ہے میں اس کا دشمن ہوں‘‘

(ترجمہ از عربی سرالخلافہ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 358،359)

مظلوم حسین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

’’امام حسینؓ کا مظلومانہ واقعہ خدائے تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہمرنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی‘‘ (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 135)

حضرت امام حسینؓ اوران کی جماعت اجماع سے باہر رہی

فرمایا ’’یزید پلید کی بیعت پر اکثر لوگوں کا اجماع ہو گیا تھا مگر امام حسینؓ نے اور ان کی جماعت نے ایسے اجماع کو قبول نہیں کیا اور اس سے باہر رہے‘‘۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 178خط بنام مولوی عبد الجبار مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح کو امام حسینؓ سے تشبیہ

ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت مسیح کو امام حسینؓ سے تشبیہ دی گئی ہے اور استعارہ در استعارہ کے الفاظ استعمال کیے۔ اس تشبیہ سے ظاہر ہے کہ آنے والا مسیح بھی یعنی یہ مسیح موعود بھی اس تشبیہ سے حصہ لے گا۔ اس پر بھی ایک لحاظ سے امام حسین کی تشبیہ صادق آتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انشاء اللہ ان باتوں کو نہیں دہرائے گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 136-137 مطبوعہ ربوہ)

حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کا درجہ

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام اور ایسا ہی اور جو خدا تعالیٰ کے راستباز اور صادق بندے ہوتے ہیں وہ دنیا میں ایک نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ جو شخص اس نمونہ کے موافق چلنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن اُن کو سجدہ کرنے اور حاجت روا ماننے کو تیار ہو جاتا ہے وہ کبھی خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہے بلکہ وہ دیکھ لے گا کہ مرنے کے بعد وہ امام اُس سے بیزار ہوگا۔ ایسا ہی جو لوگ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درجہ کو بہت بڑھاتے ہیں گویا اُن کی پرستش کرتے ہیں وہ امام حسین کے متبعین میں نہیں ہیں اور اس سے امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خوش نہیں ہو سکتے۔ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ پیروی کے لیے نمونہ ہو کر آتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ بدُوں پیروی کچھ بھی نہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 535 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ماہ محرم درود شریف اور دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ سرداران بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر و استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیے۔ ان دنوں میں یعنی محرم کے مہینہ میں خاص طور پر جہاں اپنے لیے صبر و استقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمن کے شر سے بچنے کے لیے رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں یہ دعا محفوظ رہنے کے لیے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے کے لیے میں نے گزشتہ جمعہ میں بھی کہا تھا پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ دشمن جو ہمارے خلاف منصوبہ بندیاں کر رہا ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائید و نصرت فرمائے اور ہم پر رحم کرتے ہوئے دشمنانِ احمدیت کے ہر شر سے ہر فرد جماعت کو اور جماعت کو محفوظ رکھے۔ ان کا ہر شر اور منصوبہ جو جماعت کے خلاف یہ بناتے رہتے ہیں یا بنا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہی پر الٹائے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی آل میں شامل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل مقام روحانی آل کا ہے۔ اگر جسمانی رشتہ بھی قائم رہے تو یہ تو ایک انعام ہے۔ لیکن اگر جسمانی آل تو ہو لیکن روحانی آل کا مقام حاصل کرنے کی یہ جسمانی آل اولاد کوشش نہ کرے تو کبھی اُن برکات سے فیضیاب نہیں ہو سکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسلک ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ 23 نومبر 2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی آل کا صحیح مقام و مرتبہ سمجھتے ہوئے ان سے عقیدت و محبت اور ہمیشہ ان پر درود بھیجنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

علیکم بالشفائین: العسل و القرآن

قرآنِ حکیم اور عسلِ مصفّٰی یعنی شہد میں روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج

(قسط سوم)

خالص شہد۔ علاج کا ایک حیرت انگیز ذریعہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک سورت کا نام النحل یعنی شہد کی مکھی پر رکھ کر ہماری توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے کہ ہم شہد کی مکھیوں اور شہد کی افادیت و خواص پر غور و فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی آیات 69 اور 70 میں فرماتا ہے کہ

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ۔ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔

ترجمہ: اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں میں، درختوں میں اور گھروں کی چھتوں میں اپنے چھتے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھلوں سے خوراک حاصل کر اور اپنے رب کے راستوں پر عاجزی کیساتھ چلتی رہ۔ اس کے پیٹ سے ایسا مشروب نکلتا ہے جو مختلف رنگوں اور اقسام کا ہے اور اس میں لوگوں کے لئے شفا رکھی گئی ہے۔

قبل اس کے کہ شہد میں شفا کے مضمون پر دلائل رقم کئے جائیں قارئین کی دلچسپی اور ازدیادِ علم کی خاطر شہد اور اسکی مکھیوں کے بارے میں کچھ مفید معلومات درج ذیل ہیں۔

مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ

شہد کی مختلف اقسام و انواع کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں 400الفاظ شہد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی قدرت بھی عجیب ہے کہ دنیا نے شہد کی اقسام بھی 400 ہی دریافت کی ہیں۔

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 489)

شہد کا قدیم سے استعمال

اہرامِ مصر کی کھدائی کے نتیجے میں جہاں غیر معمولی علم اور اسرار و رموز انسان پر آشکار ہوئے ہیں وہاں ان سے شہد کی ایسی کوپیاں بھی بازیاب ہوئی ہیں جو شہد سے لبریز ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ شہد ماہرینِ آثارِ قدیمہ کے مطابق 8ہزار سال پُرانے ہیں لیکن ان میں موجود شہد ابھی بھی ٹھیک ٹھاک ہے اور ہر قسم کے تعفن سے محفوظ ہے۔ اسی طرح یہ بھی پتہ چلا ہے کہ مصر اور شام کے علاقوں میں مُردوں کو حنوط یعنی محفوظ کرنے کے لئے انہیں شہد میں ڈبو دیا جاتا تھا۔

یورپ میں شہد کے استعمال کا ذکر 7 سے 8ہزار سال قبل کی ایک پینٹنگ سے ملا ہے جو اسپین کے صوبے والینسیا کے ایک شہر بیکوپ میں ایک غار کی کھدائی کے دوران دریافت ہوئی ہے۔ اس تصویر میں ایک عورت کو شہد کے چھتے سے شہد کشید کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 12 مئی 2000ء صفحہ 8)

شہد کی مکھیوں کا ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 31مارچ 2000ء کو خطبہ جمعہ میں شہد کی مکھیوں کی گفتگو سے متعلق اپنی تحقیق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

شہد کی کھیاں آپس میں معلومات کا تبادلہ خیال ایک قسم کے ناچ کے ذریعے کرتی ہیں اور یہ ناچ ایک مخصوص انداز میں کیا جاتا ہے جس میں وقفے بھی ہوتے ہیں اور گھوما بھی جاتا ہے۔ اس ناچ کو باقی کھیاں بغور دیکھتی رہتی ہیں اور سمجھ جاتی ہیں کہ کہاں جانا ہے، خوراک کہاں وافر ہے اور کہاں کم، یا کس جگہ چھتہ بنانا ہے وغیرہ۔ سائنسدان یہ دریافت کرکے ورطہ حیرت میں گم ہیں کہ چھتے کہ اندر خواہ کتنا ہی اندھیرا کیوں نہ ہو یہ ایک دوسرے کو سمجھا بھی لیتی ہیں اور انکے پیغامات سمجھ بھی جاتی ہیں۔

شہد کی مکھیوں کا معیارِ صفائی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنی کتاب الہام، عقل، علم اور سچائی میں فرماتے ہیں۔

’’شہد کی مکھیوں کا خود کو اور چھتے کو صاف ستھرا رکھنے کا معیار اتنا بلند ہے کہ اس کے مقابل جدید ہسپتالوں اور کلینکس کی

بقیہ صفحہ 4 پر

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION · Download on the App Store · Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

انیس احمد خلیل

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کا عظیم الشان مقام و مرتبہ

(از افاضات بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ و السلام)

بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام پر محض تعصب اور جوش مخالفت میں بے جا طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ کے دل میں اہل بیت خصوصاً حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے لیے احترام نہ تھا اور آپ نے ان کی توہین کی (نعوذ باللہ من ذالک) حالانکہ آپ سر تا پا عشق رسول و اہل بیت وصحابہ رسول ﷺ سے سرشار تھے۔کوئی بھی شخص اگر بلا تعصب اور بغور آپ کی سیرت وسوانح اور کتب کا مطالعہ کرے تو وہ یہ ماننے پر مجبور ہو جائے گا کہ کس طرح آپؑ کی سیرت وتحریرات سے عشق رسول ﷺ و اہل بیت وصحابہ رسول ﷺ مترشح ہے۔آیئے اب ہم قارئین کے لیے آپؑ کی تحریرات سے چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو جائے گی کہ آپ کی تحریرات سے عشق رسول ﷺ و اہل بیت اور خصوصاً حضرت امام حسنؓ وحسینؓ سے جو عقیدت و محبت تھی وہ کس طرح جھلکتی ہے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است

(درثمین فارسی۔صفحہ 89)

میری جان اور دل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک آل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے پر نثار ہے۔

حضرت امام حسینؓ سے غیر معمولی عشق

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باغ میں ایک چار پائی پر لیٹے تھے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا ’’آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں‘‘ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنائے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:۔

’’یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر کروایا۔مگر خدا نے بھی ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑلیا‘‘۔

اس وقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا۔

(روایت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم۔
سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ۔صفحہ 36تا37)

حضرت امام حسینؓ وحسنؓ ائمۃ الہدیٰ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور ائمۃ الہدیٰ تھے اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل تھے۔‘‘

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن۔جلد 15صفحہ 364تا365حاشیہ)

راستباز اور متقی

فرمایا:۔’’ہم ان کو راستباز اور متقی سمجھتے ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 5صفحہ 328)

سید المظلومین

’’حضرت امام حسین سید المظلومین تھے‘‘۔

(ترجمہ از عربی سر الخلافۃ روحانی خزائن جلد 8صفحہ 353)

حضرت امام حسینؓ سرداران بہشت میں سے

ایک مرتبہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع دی کہ حضرت امام حسینؓ کے مقام اور رُتبے کے بارہ میں کسی احمدی نے غلط بات کی ہے۔ تو اس پر آپؑ نے فرمایا کہ ’’مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض نادان آدمی جو اپنے تیئں میری جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں، حضرت امام حسینؓ کی نسبت یہ کلمات منہ پر لاتے ہیں کہ نعوذ باللہ حسین بوجہ اس کے کہ اُس نے خلیفہ وقت یعنی یزید سے بیعت نہیں کی، باغی تھا اور یزید حق پر تھا۔ لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ۔(اٰلِ عمران:62) مجھے امید نہیں کہ میری جماعت کے کسی راستباز کے مُنہ پر ایسے خبیث الفاظ نکلے ہوں‘‘۔فرمایا ’’بہر حال مَیں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نسبت فرماتا ہے قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا۔ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا (الحجرات: 15) مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو غذا کے لیے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تیئں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دُنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسینؓ طاہر مطہّر تھا اور بلا شبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر، استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوب صورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دُنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دُنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اَور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّشانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 546-544۔ اشتہار نمبر 270 مطبوعہ ربوہ)

بقیہ صفحہ 6 پر

27جون 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:13	19:07
مدینہ منورہ	04:04	19:14
قادیان	03:45	19:38
ربوہ	03:25	19:18
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:20	21:22